کامیاب زندگی کی روشن راہیں

کامیاب زندگی کی روشن راہیں

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف دھڑکتا ہوا، لفظ لفظ بولتا ہوا، بات بات من میں اترتی ہوئی

علامہ سید ریاض حسین شاہ

کی فکرِ قرآن سے منور اور عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی
روح پرور انقلاب انگیز تصانیف خود پڑھیے دوسروں کو پڑھایئے

تذکرہ

Path to Eternity
Philosophy of Taqwa
Dignified Love That Glorifies

کتب حاصل کرنے کے لئے رابطہ

ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید سیکٹر III، راولپنڈی۔ 0300-5141965
اتفاق اسلامک سنٹر H بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 0322-4301986
ادارہ تعلیمات اسلامیہ W بلاک، مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد۔ 041-8713691

Website:
Email:

کامیاب زندگی کی روشن راهیں

خطبات

(7)

سید ریاض حسین شاہ

ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید سیکٹر تھری، راولپنڈی پاکستان
0322-4301986
042-35803858

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احباب صدق و صفا!!

اللہ کا شکر ہے کہ اس کریم رب نے ہمیں ذکر و فکر کی یہ خوبصورت محفل نصیب کی ، اس کی بارگاہ بے کس پناہ میں التجا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ اور ان کے آل و اصحاب پر درود و سلام بھیجے اور حضرات مشائخ کے صدقے اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف فرمائے۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ایک حدیث ہے۔ آج چاہوں گا کہ اسی روزن رحمت سے اقتباس فیض کروں:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

قد افلح من اسلم و رزق کفافا و قنعه اللہ بما اتہ

''وہ شخص کامیاب ہو گیا جو مسلمان ہوا اور اسے بقدرِ کفاف روزی ملی اور اللہ نے اسے اس روزی پر قناعت دے دی جو اس (اللہ) نے اسے دی''۔

حضور ﷺ نے کامیابی کے لیے فلاح لفظ استعمال کیا ہے اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے ہم ائمہ لغت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ''فلح'' کا معنی پھاڑنا ہوتا ہے، اس لیے کاشتکار کو فلاح کہہ دیتے ہیں، یہ اس لیے کہ وہ کھیتی کے لیے زمین میں ہل چلا کر اسے پھاڑتا ہے اور نرم کرتا ہے۔ کسان کو کامیابی کا اندازہ اچھی طرح ہوتا ہے، اس لیے کہ اس کی محنت کا صلہ فطرت اسے یوں عطا کرتی ہے کہ ایک دانہ کے بدلے اسے سو سو دانے ملتے ہیں۔ بیج بونے سے لے کر خرمن

سے اناج کی بوریاں اٹھانے تک محنت کے ایک عمل پر دلالت کرتی ہیں، گویا مفلحین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی محنت ثمر بار ہو جاتی ہے اور فطرت کا یہ فیض انہیں دیر تک زمین پر رہنے کا موقع دیتا ہے۔

غور کیجیے

اب آپ غور کریں کہ کامیابی کا یہ تحفہ اسلام کے قبول کرنے کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ دین اسلام بڑی نعمت ہے وہ لوگ جو مادیت میں سرتا پا ڈوبے ہوئے ہوں انہیں اندازہ نہیں ہو سکتا کہ پُرخلوص، اسلام کے ساتھ وابستگی انسان کو کیسی کیسی نعمتیں عطا کرتی ہے۔

عصر رواں میں ہر انسان پریشان ہے اور مایوسیوں نے اسے گھیر رکھا ہے۔ ذہنی تناؤ نے دلوں کا سکون چھین لیا ہے اصل میں ''تکاثر'' بیماری بن کر انسانی ذہنوں کو لوٹ رہی ہے وہ انسان جس کا منشورِ حیات یہ بن گیا ہو کہ ہر دولت، ہر صلاحیت اور ہر نعمت کا وہ مالک مختار بن جائے اور اکیلا ہی اس پر اسے حق منفعت حاصل ہو وہ نہ سکون پا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی مایوسیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کا زہر وجود سے ختم کرنے کے لیے ''اسلام'' کی صورت میں نسخۂ شفا تجویز کیا۔ دینِ اسلام میٹھا شہد ہے اس کے اعمال اور شعائر پر پاسبانی برت کر دلوں کو نور و رحمت کی آماجگاہ بنایا جا سکتا ہے لیکن یہ دولت اس آدمی کو ملتی ہے جو اسلام پر اعتماد کرتا ہے اور واقعیت کی دنیا میں اپنے آپ کو اسلامیت کا پیکر بنا لیتا ہے، اس طرح کہ وہ اپنی سوچیں بدلتا ہے اور ہمہ وقت دار لوگوں کی اختیار کرتا ہے اور تسلیم و رضا کی زندگی اس ڈھب کے لوگوں کو بلند و بالا کر دیتی ہے۔

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف
بہ امید آں کہ روزے بہ شکار خواہی آمد

''صحرا کے سارے ہرن اپنے سر کو ہاتھوں پر رکھے
اس امید سے ہیں کہ ایک دن وہ ضرور شکار ہو

جائیں گے یہاں شکار ہونے سے مراد یہ ہے کہ
اللہ انہیں اپنے عشق کے لیے پسند فرمالے گا''۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوسری چیز بقدر کفاف روزی کا ملنا ذکر فرمایا ہے۔روزی کا معاملہ واہ واہ ہے یہ کم ہو تو پھر بھی پریشانی لرزا کر رکھ دیتی ہے اور دولت بڑھ جائے تو بھی انسان اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بقدر کفاف روزی کو کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ کفاف کا معنیٰ کیا ہے۔

کفاف کا معنیٰ

''الکف'' کا معنیٰ ہتھیلی ہوتا ہے۔ ہتھیلی مدافعت کا ذریعہ ہوتی ہے۔روک دینا بھی اس لفظ کا معنیٰ سمجھا گیا ہے۔ابن فارس نے کہا ہے کہ اس لفظ کا اساسی معنیٰ پکڑنا اور سکڑنا ہے۔کسی چیز کا آخری کنارہ ''الکفہ'' ہوتا ہے۔ایک حد سے آگے نہ بڑھنا ''کفاف الشئی'' ہوتا ہے۔ ترازو کے ایک پلڑے کو بھی ''کِفَہ'' کہتے ہیں۔یہاں حدیث میں کفاف کا مطلب ہوگا رزق کی اتنی مقدار جو انسان کو دوسرے انسانوں کا محتاج بننے سے روک دے۔اشارہ اس طرف ہے کہ روزی کا اتنی مقدار میں ملتے رہنا جس سے زندگی کی گاڑی چلتی رہے۔

زبیدی حنفی نے یہ بھی لکھا کہ دریا سے دونوں ہتھیلیوں کو جوڑ کر بصورت ظرف پانی لینا کفاف ہوتا ہے۔یہ ایسی صورت ہوتی ہے کہ پیاس بھی بجھ جاتی ہے اور انسان پانی ضائع بھی نہیں کرتا۔اسے احساس ہوتا ہے کہ نعمتیں ضرورت مندوں کے درمیاں حسب ضرورت استعمال کرنا نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔یہاں نہ حرص ہوتی ہے اور نہ ہی لالچ شخصیت کو ویران کرتی ہے۔ انسان اپنے علاوہ دوسروں کی منفعت کا بھی خیال رکھتا ہے اور یہ ایک اچھی عادت ہے۔

حدیث میں تیسرا اشارہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کامیابیوں کی نعمت سے ہمکنار ہونے کے لیے ''قناعت'' کا نسخہ تجویز فرمایا:

''قناعت لفظ ''قناع'' سے ہے یہ اس چھوٹے دوپٹے کے لیے استعمال ہوتا ہے

جو عورتیں اپنے سر پر اوڑھتی ہیں۔ راغب نے لکھا کہ ہر وہ چیز جس سے سر ڈھانپا جائے وہ قناع ہے۔ وہ چادر جو صوفیاء سر پر اوڑھتے ہیں اسے بھی قناع کہا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ اس سے فقر یا نیکی کا رنگ لوگوں سے چھپا لیتے ہیں اور ائمہ لغت نے اخفائے حاجت بھی قناعت کا معنیٰ لکھا ہے وہ انسان جو اپنے حصے پر راضی اور خوش ہو جائے اسے قانع کہا جاتا ہے۔ سر اٹھا کر چلنا بھی اقناع ہوتا ہے اور یہ خودی بے نیازی اور غیرت پر دلالت کرنے والی عادت ہوتی ہے''۔

چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

اقناع کا معنیٰ نہر کے پانی کی طرف برتن کا جھکانا بھی لکھا گیا ہے۔ اس سے حاجتوں کا مدار درست مقامات کی طرف رجوع ہوگا۔ انسانی زندگی میں یہ فیصلہ بھی بڑا اہم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اخلاقی اور روحانی ضرورتوں کے لیے صحیح لوگوں کی طرف رجوع کرے اور صحیح لوگ اللہ والے ہی ہوتے ہیں۔ افکار میں بے معنیٰ، بے جوڑ اور بے ڈھب زندگی گزارنے والے صحبت کے لائق نہیں ہوتے۔

ایک قانع شخص کی زندگی

وہ شخص جس کا کوئی سائیں ہو وہ جولانگاہِ حیات میں ناکام نہیں ہوتا۔ حضرت حسن بصری قدس سرہ العزیز نے ایک مقام پر فرمایا کہ لوگو میری زندگی کا امام ''علی رضی اللہ عنہ'' ہے اور میرے شوق کے حدی خواں بھی وہی ہیں، میری زندگی میں شوق کے زمزمے علی رضی اللہ عنہ کی عطا ہیں۔ یہ وہ متاع ہے جو اپنا ہم سفر بھی خود پیدا کر لیتی ہے، اگر آپ اس قافلے کے لوگوں کو قریب سے دیکھنا چاہیں تو سیدی عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کو دیکھ لیں، غریب نواز قدس سرہ العزیز کی خوشبو سونگھ لیں اور جلال محمود مکی قدس سرہ العزیز کا مشاہدہ کر لیں اور سید علی ہجویری قدس سرہ العزیز کی مرقد نور پر حاضری دیں ان سب کی زندگیاں قناعت کا مفہوم سمجھا دیتی ہیں۔

میرے جدِّ امجد سید شاہ نجیب بادشاہ قدس سرہ العزیز جو جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل تھے

اور فراغت کے بعد بیس سال بغداد شریف میں بسر فرمائے۔ نقیب الاشراف سے دوستی نے نقویوں اور گیلانیوں میں تمزتیج پیدا کردی۔

آپ فرماتے ہیں:

''زندگی میں تین یا چار لوگوں سے ربط ضبط رہنا چاہیے جو فراست، بصیرت اور عملی اسلام میں مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہوں اس لیے کہ شخصی زندگی کا یہی جرگہ نظریات اور اعمال میں منزل کا رخ متعین کرتا ہے''۔

ہمارے اکابر کے پاس یہی دولت تھی جس کہ وجہ سے وہ کامیابیوں کے عرش تک جا پہنچے تھے۔

جلال الدین رومی کا شعر ہے:

عطّار روح بود و سنائی دو چشم ما
ما درپس سنائی و عطار آمدیم

''عطّار روح اور سنائی میری دو آنکھیں ہیں ہم ان دونوں کے بعد آئے ہیں''۔

مولانا روم چھ سات سال کے تھے جب ان کے والد انہیں ساتھ لے کر حج کے لیے چلے جب آپ نیشا پور پہنچے تو ان کی ملاقات عطّار سے ہوئی۔ عطار نے جلال الدین رومی کو دیکھا تو ان کے والد سے کہا: آپ کو معلوم ہے آپ کیا دولت رکھتے ہیں؟ یہ بچہ پوری امت کی رہنمائی کرے گا آپ یہ خبر پاکر قونیہ ہی میں مقیم ہوگئے اور جلال الدین کی تربیت پر پوری توجہ دینا شروع کردیا۔

زمانہ اس بات کا گواہ ہے عطار اور سنائی نے ''مولائے روم'' کو زراز گل کا مقام عطا کیا۔

بڑی مشہور بات ہے کہ شمس تبریزی، عطار اور سنائی اور جلال الدین کے والد معظم اگر نہ ہوتے تو اقبال جیسے لوگ مولانا کو کیونکر اپنا مرشد تسلیم کر لیتے۔

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی

برہمن زادہ رمز آشنائے روم و تبریز است

''مجھ کو ذرا غور سے دیکھ لے قحط الرجال کے دور
میں کوئی دوسرا تجھے نظر نہ آئے گا، میں برہمنوں کا بیٹا
ہو کر بھی شمس تبریزی اور جلال الدین رومی کا راز
شناسِ عشق ہوں''۔

مدینہ مدینہ کا ورد بھی اچھی بات ہے لیکن ذہن میں رہے کہ ورد کرنا اور ہوتا ہے اور سرتاپا ورد کا حال بن جانا اور ہوتا ہے:

مطرب غزلے ، بیتے از مرشد روم آور
تاغوطہ زنم جانم در آتش تبریزے

''اے مطرب! پیر رومی کا کوئی شعر یا سوز میں
ڈوبی غزل لاتا کہ میں بھی اپنی جان کو آتش تبریز
میں غوطہ زن کرسکوں''۔